حضرت شرف الدین شاہ ولایتؒ کے احوال وآثار

سید قیصر مبین نقوی،
رٹائرڈ پرنسپل، امروہہ

امروہہ شہر، ہندوستان کی ایک مشہور تاریخی اور قدیم بستی ہے جس کا نام انبروہہ رکھا گیا۔ سب سے پہلے یہ نام ''طبقات ناصری ۶۵۸ھ مؤلفہ قاضی منہاج الدین جرجانی، متوفی ۶۶۱ھ، میں ملتا ہے۔ بقول مولف ''تاریخ واسطیہ'' صفحہ ۱۹ قدیم دستاویزات کے مطابق امروہہ اورعزیز پور دو الگ الگ جگہوں کے نام ہیں۔

بارہویں صدی عیسوی کے آخر میں قطب الدین ایبک کی فوج نے اس علاقے کو فتح کرلیا اور قدیم عمارات منہدم ومسمار ہوگئیں، البتہ ان میں سے کچھ کے نشانات دو ایک صدی بعد تک باقی رہے۔ التتمش نے اسی نو مفتوحہ علاقے کو ایک ولایت کا درجہ دیکر یہاں صدر الاسلام (قاضی) شیخ الاسلام (متولی) اور دیگر فوجی عہدے دار مقرر کردیئے۔ اول الذکر دونوں عہدے مساوی حیثیت اور برابر تنخواہ یعنی ساٹھ ہزار تنکہ کے ہوتے تھے۔ شیخ الاسلام اپنے علاقے میں امور مذہبی کا محافظ، اجرائے احکام شرع کا ذمہ دار، فقراء ومساکین کے وظائف سے متعلق احکام کو جاری کرنیوالا اور خانقاہوں، مقابر اور مساجد کا نگراں ہوتا تھا۔ پروفیسر خلیق احمد نظامی نے امروہہ کے علاقے میں مسلمانوں کی آبادی کی شروعات محمد غوری کے عہد سے پہلے قرار دی ہے۔ مسلمانوں کی یہ مختصر آبادی عزیز پور میں تھی۔

مغل عہد کے اواخر تک امروہہ مختلف ممالک سے آنے والے بیشمار بزرگان دین جنھیں اولیائے کرام اور مشائخ بھی کہاجاتا ہے، کامسکن بن چکا تھا۔ آج امروہہ حضرت عبد اللہ آزر بخش حضرت عبد القادر جیلانی خواجہ مودود چشتی۔ شیخ الاسلام نور الدین مبارک غزنوی۔ حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر۔ حضرت محمود مالا مال کرمانی۔ حضرت نظام الدین احمد گنج شکر رواں۔ حضرت شمس الدین تبریزی۔ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری۔ قاضی جلال الدین صدیقی۔ حضرت جلال الدین حیدر گل سرخ بخاری۔ حضرت شرف الدین شاہ ولایت۔ حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی قاضی

قیام الدین صدیقی۔ حضرت شیخ سحا الدین ۔ شیخ رکن الدین عباسی ۔ حضرت شاہ فتح اللہ شیرازی ۔ شیخ امان اللہ صدیقی۔ حضرت شاہ عضد الدین جعفری اور مزار علاؤ الدین لاری جیسے علماء مشائخ کے علاوہ سید عبد اللہ حسین المعروف سید ابو الفرح زیدی الواسطی اور سید سالار مسعودی غازی کے اخلاف کی جائے سکونت ہے۔

امروہہ میں سکونت اختیار کرنے والے خاندانوں کے اجداد میں حضرت شاہ ولایت کی منفرد اور امتیازی شان ہے، آپ کی ہی اولاد کی کثرت کی وجہ سے مورخ امروہہ نے امروہہ کو'' آغوش سادات کی ناز پروردہ بستی'' کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ اگر چہ حضرت کے اخلاف میں ابتدائے زمانہ سے ہی علماء ،فضلاء مشائخ ،قضاۃ اور شاہی خدمات سے وابستہ افراد کی کثرت رہی ہے لیکن تعجب ہے کہ آپ سے منسوب روایات وواقعات میں تسلسل کی کمی اور تضاد کی کثرت ہے، جس کی وجہ یہ ہے کہ کسی نے آپ پر تحقیقی کام نہیں کیا۔

میں نے ۱۹۸۰ء سے آپ پر کام کرنا شروع کیا اور اپنی سرکاری ملازمت سے متعلق ذمہ داریوں مصروفیتوں اور تبادلوں کے باوجود پانچ صدی بعد تک کے اخلاف کی کافی حد تک قریب الفہم اور قرین صحت سوانح حیات ترتیب دے دی ہے۔

آپ کا تعلق سادات واسط سے ہے اور آپ امام علی النقیؑ کی گیارہویں پشت میں تھے۔ حضرت امام علی النقیؑ کے فرزند سید جعفر الذکی جن کو جعفر کذاب او ربعد میں جعفر تواب کہا گیا، کے پر پوتے سید حسن وسید حسین پسران سید علی بن ہارون سلطان محمود غزنوی کی فوج کے ان اٹھارہ قبیلوں میں شامل تھے جن کی سیادت نسبی کی صحت کی تحقیق سلطان کرا کے مطمئن ہو چکا تھا۔

اسی فوج میں سید ہارون کے بھائی سید طاہر کے پر پوتے سید نجم الدین اور سید عبد اللہ الحسین المعروف سید ابو الفرح زیدی الواسطی مورث اعلیٰ سادات بارہہ بھی تھے۔ سید حسین بن علی مذکور کے ایک پوتے سید حسن ابو الفضل واسطی بن سید داؤد اپنے ایک بھتیجے سید الفراش بن عبد اللہ بن داؤد کے ساتھ سلطان مسعود ثانی بن ابراہیم غزنوی اور اس کے بیٹے بہرام غزنوی کے لشکر میں شامل ہونے پر واسط سے نقل سکونت کر کے سودھر میں اقامت گزین ہوگئے تھے۔ بہرام کے اسی لشکر کے دیگر شرکا میں میر سید حسین خنگ سوار کے ماموں اور سید ابو الفرح واسطی زیدی ثانی بھی تھے۔ سید ابوالفراش کے پوتے سید عبد اللہ اور سید ابو الفرح کے پوتے سید ابو الفراش محمد غوری کے لشکر کے

شرکا تھے۔ یہ سید عبد اللہ امروہہ کی فتح میں بھی شریک رہے تھے اور ان ہی کے پسر سید احمد گنج رواں تھے۔ سودھر سکندر کے وقت سے شاہجہاں کے زمانے تک چناب کے کنارے شمال مغرب میں سوکلو میٹر کی دوری پراہم فوجی مقام تھا۔مغرب سے آنیوالے تمام لشکر اور قافلے اسی جگہ پر چناب کو عبور کرتے تھے۔ اولیائے کرام اور مشائخ عظام کی بھی کافی تعداد یہاں رہتی تھی۔ سید احمد المعروف سلطان سخی سرور متوفی ۵۷۷ھ ان میں کافی مشہور اور معتقد علیہ ہیں۔ سید حسن ابوالفضل واسطی کے پوتے سید مرتضٰی حضرت شاہ ولایت کے دادا تھے۔بعض جگہ سید مرتضٰی کا لقب سید شرف الدین بن سید ابو المعالی بھی ملتا ہے۔ یہ مشہور سہروردی بزرگ ،قاضی حمید الدین ناگوری ،متوفی ۶۴۳ھ ،کے ہم عصر اور غالباً حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی ،متوفی ۶۳۲ھ سے فیض یافتہ تھے۔سید مرتضٰی کے بڑے بیٹے سید محمد ملتان میں اور چھوٹے بیٹے سید علی سودھرہ ہی میں اقامت گزیں رہے۔ سید علی جن کو امروہہ کی تواریخ میں میراں سید علی بزرگ کہا گیا ہے، حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ اعظم، حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا ملتانی، متوفی ۶۶۵ھ، کے دامن فیض سے وابستہ تھے۔ حضرت شرف الدین شاہ ولایت ان ہی میراں سید علی کے فرزند اور تین بھائیوں میں سے ایک تھے۔ شیخ الشیوخ اور شیخ الاسلام ایک عہدے کے دو نام تھے۔ اوّل الذکر اسلامی ممالک میں اور شیخ اسلام ہندوستان میں مستعمل تھا۔حضرت شیخ الاسلام کے خلیفہ اعظم، سید جلال الدین حیدر گل سرخ بخاری، کی بہن میراں سید علی کی زوجہ تھیں ۔حضرت جلال الدین حیدر ۶۳۵ھ کے قریب بخارا سے جب ہندوستان آئے تب ان کے ساتھ دو خورد سال پسران سید علی او رسید جعفر بھی تھے جن کی والدہ بی بی افتخار بنت شاہ بخارا فوت ہوچکی تھیں۔ کچھ دنوں کے قیام کے بعد آپ ان بچوں کو بخارا ہی پہنچا آئے تب ہی غالباً ان کی چھوٹی بہن انکے ساتھ ہندوستان آگئی تھیں اور دیگر اہل خاندان چنگیز خاں کے بعد کے حملوں میں شہید ہوگئے تھے ۔ یہاں آکر بی بی ام حبیبہ کا عقد میراں سید علی سے ہوگیا۔ کئی سال بعد سید حیدر نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور آپ کو سید بدرالدین بن صدر الدین خطیب کی دختر بی بی نیاز سے عقد کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔ ان زوجہ سے آپ کے دو پسران سید غوث اور سید محمد کی ولادت ہوئی۔ ان کے زوجہ کے انتقال کے بعد ۶۶۰ھ کے قریب آپ نے ان کی چھوٹی بہن بی بی زہرہ سے عقد کیا جن سے سید محمود اور سید احمد المشہو د احمد کبیر اور ایک بیٹی بی بی فاطمہ کی پیدائش ہوئی۔حضرت جلال الدین حیدر تقریباً تیس سال

تک حضرت شیخ الاسلام کے فیوض وبرکات سے مستفید و مستفیض ہوکر علوم ظاہری وباطنی میں ماہر اور ولی کامل ہوگئے۔ حضرت شیخ الاسلام کی وفات کے بعد آپ انکے ولد اکبر شیخ الاسلام حضرت صدر الدین عارف متوفی ۷۰۹ھ کے حکم سے اوچہ میں سکونت پذیر ہوگئے۔

حضرت شاہ ولایت کے سنہ ولادت کے بارے میں بھی مورخین وتذکرہ نویس متفق نہیں ہیں۔ ۶۵۳ھ سے ۶۶۳ھ تک کئی سنین کو آپ کا سنہ ولادت بتایا گیا ہے۔ مولف شجرات سادات امروہہ، مولوی سید بشیر حسن نقوی امروہوی، نے مدلل طریقے سے ۶۵۳ھ کو آپ کا سنہ ولادت قرار دیا ہے جو قرین صحت اس لئے ہے کہ یہ آپ سے منسوب بیشتر روایات اور آپ کے اخلاف کے ادوار سے مطابقت رکھتا ہے۔ البتہ تاریخ ولادت کا پتہ نہ لگ سکا۔

ثمرات القدس اور اسراریہ کے مطابق آپ ملتان ہوتے ہوئے اپنے والد میراں سید علی بزرگ کے ساتھ امروہہ تشریف لائے تھے، جن کے ہمراہ ایک جماعت کثیر تھی جس میں علماء فضلاء، مشائخ، فقرا عوام الناس اور غالبًا کچھ فوجی افراد بھی شامل ہوں گے۔ سید اصغر حسین سید سراج الدین اور سید رحیم بخش نے اس جماعت کے امروہہ آنے کا سنہ ۶۷۰ھ بتایا ہے جو اسی فرمان سے ماخوذ ہے جو ۲/ ذی الحجہ ۶۷۰ھ کا مجریہ سادات امروہہ کے پاس ایام غدر تک محفوظ تھا۔ اسی عہد میں امروہہ کے ایک حاکم کا نام بھی امیر علی ملتا ہے۔ حضرت شاہ ولایت اس وقت سترہ سال کی عمر کے جوان العمر اور ان کے والد تقریباً ساٹھ سال کی عمر کے تھے۔ امروہہ آنے سے پہلے آپ حضرت شیخ الاسلام بہاء الدین ذکریا کی ملتان میں واقع خانقاہ میں حصول علوم، فیوض وبرکات اور تربیت حاصل کرتے رہے یہ خانقاہ تبلیغ وترویج دین، نشرواشاعت اسلام درس وتدریس اور تربیت روحانی کا عظیم مرکز تھی۔ آپ کے والد نے آپ کو حضرت شیخ الاسلام کے سپرد کردیا تھا۔ اس وقت حضرت شیخ احمد خنداں رو اور حضرت شیخ الاسلام کے پوتے شیخ ابو الفتح رکن الدین ملتانی بھی اکتساب فیض کررہے تھے۔ حضرت جلال الدین حیدر اور حضرت صدر الدین عارف ان خدمات کی انجام دہی میں ہمہ وقت مصروف تھے۔ قاضی حمید الدین ناگوری کے فرزند مولانا ناصح الدین ناگوری، متوفی ۷۱۲ھ، میراں سید علی کے ہم عصر اور احباب میں تھے، وہ بھی اسی خانوادہ سے وابستہ تھے۔ آپ نے ان سے بھی یقیناً اکتساب فیض کیا ہوگا۔ شیخ فخر الدین عراقی متوفی، ۶۸۸ھ مطابق ۱۲۸۹ء، حضرت شیخ الاسلام کے داماد اور عظیم المرتبت شیخ تھے۔

آپ کے اصل نام کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ مورخ امروہہ محمود احمد عباسی نے ۸۹۴ھ کی دستاویز پر سید مرتضیٰ کے سجل اور بعد میں ان کے پسر شرف الدین، پوتے سید علی اصغر پر پوتے سید عبد اللطیف وسید عبد السلام اور سید عبد السلام کے پوتے سید سلطان محمد متوفی ۱۱۳۵ھ کے سجلات سے آپ کا اصل نام نامی سید حسن تجویز کیا ہے، جبکہ آپ کی اولاد میں علامہ سید شفیق حسن، حکیم سید محمد مستحسن اور مولانا سید محمد عبادت جیسے ذی علم افراد آپ کا نام سید حسینی تسلیم کرتے تھے۔ سید عبد السلام وسید سلطان محمد کے سجلات خاکسار کے پاس بھی عہد جہانگیر اور عہداورنگ زیب کی دستاویز پر موجود ہیں جو محمود احمد عباسی کے پیش کردہ سجلات سے مطابقت رکھتے ہوئے سجلات میں سید عبدالسلام سے اوپر کے سجلات کی تصدیق خود ان ہی کے سجل سے ہوتی ہے۔

امروہہ میں مختصر قیام کے بعد ۶۷۱ھ مطابق ۱۲۷۲عیسوی کے قریب آپ برائے تکمیل علوم، ادائیگی فریضہ حج زیارت مقامات مقدسہ بشمول بغداد نیز بغرض سیاحت تشریف لے گئے مکہ معظّمہ میں آپ نے سید عبد العزیز مکی المشہور شاہ حاجی حرمین سے، جن کی والدہ کا مزار امروہہ میں ہے، ملاقات کی۔ تقریباً تیرہ سال بعد جب آپ نے امروہہ کے لئے مراجعت کی تو اثنائے راہ میں اوچہ پہنچ کر اپنے ماموں سید جلال الدین حیدر کے پاس گئے اور ان کی دختر بی بی فاطمہ سے عقد کیا۔ چند دن وہاں قیام کرکے ملتان میں حضرت صدرالدین عارف جو اس وقت شیخ الاسلام کے منصب پر فائز تھے، سے ملتے ہوئے اور عظیم المرتبت شیخ حضرت ذکریا ملتانی کی فاتحہ خوانی کرتے ہوئے ۶۸۹ میں مستقلاً سکونت کے لیے امروہہ آگئے۔ اس وقت جلال الدین فیروز خلجی کا ابتدائی دور حکومت تھا اور آپ کے والد بقید حیات تھے۔ سید جلال الدین حیدر نے اپنے چھوٹے بیٹے سید احمد کبیر کو بھی حضرت صدرالدین عارف کی خدمت میں برائے تربیت اور حضرت جمال الدین خنداں رو کی خدمت میں برائے سرپرستی ملتان بھیج دیا تھا۔ شیخ جمال الدین ۷۲۵ھ تک بقید حیات تھے۔ سید احمد کبیر بڑے عابد و زاہد، ذاکر و عارف نیز صاحب کشف وکرامات تھے۔

۶۸۵ھ/مطابق ۱۲۸۶عیسوی میں غیاث الدین بلبن کی وفات کے بعد علاقہ امروہہ میں باغیوں نے پھر سر اٹھانا شروع کردیا تھا اور یہاں بد امنی پھیلی ہوئی تھی۔ امروہہ آکر آپ نے جب یہ صورت حال دیکھی تو اپنے والد کی جماعت کثیر کے افراد کو ساتھ لے کر امن وامان قائم کرنے کے لئے ان پر فوج کشی کی، جس کے صلے میں حکومت وقت سے آپ کو مراعات حاصل ہوئیں اور ولایت

امروہہ کی شیخ الاسلامی دی گئی۔

امروہہ میں میراں سید علی بزرگ کے ورود سے قبل ایک بزرگ شاہ نصیر الدین نامی رہتے تھے جن کی خانقاہ محلّہ نوگیا میں تھی۔ یہ بزرگ حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے خلفاء میں سے تھے۔ ان سے ملاقات کرنے کے واسطے بابا صاحب کے والد اصغر شیخ صدر الدین یعقوب جو روحانی کمالات میں ماہر تھے اور امروہہ آرہے تھے جب وہ امروہہ پہنچے تو یہاں رہزنوں نے ان کو ۶۶۲ھ میں شہید کردیا۔ شاہ نصیر الدین نے ان کو اپنی خانقاہ کے متصل ایک ٹیلے پر دفن کردیا یہ بزرگ امروہہ میں جھنڈۂ شہید کے نام سے مشہور ہیں۔ جب حضرت شاہ ولایت مستقلاً قیام کا قصد کرکے امروہہ آئے تھے تو انہی شاہ نصیر الدین نے برائے امتحان آپ کے پاس ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا بھیجا۔ آپ نے جواباً اس پیالے کے پانی میں ایک پھول ڈال کر جواب بھجوادیا تھا۔ اسی لئے امروہہ کے مورخین نے آپ کے متعلق لکھا ہے۔'' باصحابہ شیخ فرید الدین شکر گنج ملاقات نمود'' ان شاہ نصیر الدین کی جب وفات ہوئی تو حضرت شاہ ولایت نے ہی ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی تھی۔ یعنی یہ شاہ نصیر الدین عہد علاء الدین خلجی میں ۷۱۰ھ سے قبل فوت ہوئے تھے۔ پانی اور پھول کا واقعہ اور بھی کئی مشائخ کے احوال میں ملتا ہے۔ اخبار الاخیار کے مطابق ایسا ہی واقعہ حضرت بہاء الدین ذکریا ملتانی کے ساتھ بھی آپ سے تقریباً اسی برس قبل پیش آیا تھا۔ امروہہ کے مورخین نے سہواً ان شاہ نصیر الدین کو سادات محلّہ نوگیاں کے مورث اعلیٰ سید شاہ نصیر الدین بن سیف الدین بن فخر الدین بن خواجہ محمد امام بن خواجہ بدر الدین اسحٰق سمجھ لیا جب کہ ان شاہ نصیر الدین کے والد خواجہ سیف الدین اور چچا خواجہ عزیز الدین حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی متوفی ۷۵۷ھ کے خلفاء اور حضرت شاہ ولایت کے عہد سے بہت بعد ۷۵۸ھ تک حیات تھے۔ علاوہ ازیں حضرت شاہ ولایت خواجہ سیف الدین کے دادا خواجہ محمد امام نواسہ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر کے ہم عصر تھے۔ ان کے والد خواجہ بدر الدین اسحٰق متوفی ۶۹۱ھ بابا صاحب کی خانقاہ کے امام اور کاتب تھے۔ اول الذکر شاہ نصیر الدین خواجہ بدر الدین اسحٰق کے بھائی تھے جس کی وجہ سے ان کی خانقاہ عہد فیروز تغلق میں ان کے بھتیجے خواجہ محمد امام کے پسران خواجہ فخر الدین وخواجہ جلال الدین کی تحویل میں آگئی۔ اسی زمانے میں حضرت صدر الدین عارف کے ایک خلیفہ شیخ صلاح الدین درویش متوفی ۷۹۸ھ ملتان سے امروہہ آئے تھے جیسا کہ ان کی ایک مناجات سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ نہایت صاف گو اور

ترش کلام تھے۔ امروہہ میں قیام کے بعد یہ مستقلاً سکونت کے لئے دہلی چلے گئے تھے۔ وہ بھی غالبًا شاہ ولایت سے ملنے امروہہ آئے ہوں گے۔

۷۱۳ھ کے قریب جب حضرت شاہ ولایت کے والدین، زوجہ اور ناکتخدا دختر کی وفات ہوگئی تب آپ اپنے اہل وعیال اور دنیاوی ذمہ داریوں سے کنارہ کش ہوکر امروہہ کے شمال میں ساٹھ کوس یعنی دوسوکلومیٹر کی دوری پر کوہ کمایوں کے دامن میں عزلت گزیں ہوگئے۔ یہ جگہ ضلع پوڑی میں کالاگڑھ کے قریب رہی ہوگی۔ امروہہ سے جانے کے کچھ دن بعد آپ نے اپنے بڑے بیٹے سیدعلی کو خواب میں بشارت دی کہ تمہارے یہاں لڑکا پیدا ہوگا جوتمہارے لئے جہاں میں باعث افتخار ہوگا۔ جب یہ پیدا ہوتو اس کانام میرے نام پر رکھنا۔ یہ بچہ حضرت شرف الدین ثانی اشرف جہانگیر تھے۔ حضرت اشرف جہانگیر نے اولاً اپنے والد سے اکتساب فیض کیا بعدہ اپنے دادا کے حکم سے ۷۲۵ھ کے قریب دہلی جاکر حضرت نظام الدین اولیاء کے خلفیہ مولانا شیخ علاء الدین نیلی کی خدمت میں پہنچے۔ شیخ علاء الدین بڑے ولی اللہ پاکیزہ روشن اور معاملات میں صاف تھے۔ وعظ اچھا کہتے تھے۔ عموماً کسی کو مرید نہیں کرتے تھے۔ تمام عمر درس وتدریس سے وابستہ رہے۔ ۷۶۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔ حضرت اشرف جہانگیر بھی بڑے صاحب کرامت اور علوم وفنون کے بحر بیکراں تھے۔ حسب روایت ثمرات القدس واسراریہ کوآپ کی وصیت کے مطابق اپنے دادا اور والد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ بعد کے مورخین مثلاً صاحب تاریخ اصغری اور تاریخ واسطیہ نے وصیت کے سب سے اہم لفظ پہلوکو پائین میں بدل دیا جس کی وجہ سے آپ کی قبرمختلف لوگوں سے منسوب کی جانے لگی۔ مورخ امروہہ نے تو آپ کے مزارمبارک کوشیخ معین الدین ناگوری کی قبرلکھدیا ہے جب کہ شیخ ناگوری کی قبر بی بی بختوئی دختر حضرت شاہ ولایت کی قبر کے جنوب میں زیردیوارشمالی حجرہ قاضی سید خدا دیئے آج بھی موجود ہے۔ حضرت اشرف جہانگیر کی وفات تقریبا ستر برس کی عمر میں ۷۸۳ھ میں ہوئی تھی۔

حضرت شرف الدین شاہ ولایت کی زوجہ بی بی فاطمہ بنت سید جمال الدین حیدر سے دو پسران سید علی اور سید ابو الحسن المعروف سیدعزیز اور ایک دختر بی بی بخت دولت المشہور بی بی بختوئی متولد ہوئے۔ آپ کے دونوں پسران صاحبان علم وفضل تھے۔ قاضی سید محمد طفیل اور قاضی سید محمد مراد پسران قاضی سید یار محمد بن قاضی سید عبد الرسول نے ۱۱۳۲ھ میں دربار شاہی کو جو درخواستیں عمائدین، اکابرین اور منصبداران شاہی کی مواہیر سے مصدقہ ارسال کی تھیں، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے

جداعلی امیر قاضی سید علی کا عہدہ قضا پر تقرر چار سو سال قبل محمد تغلق کے عہد میں ہوا تھا۔آپ کے تقرر کے ہی چند سال بعد حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت کو بھی جو آپ کے سگے ماموں زاد بھائی تھے محمد تغلق سے شیخ الاسلام کے عہدے اور چالیس خانقاہوں کی تولیت پر مقرر کیا تھا، قاضی سید علی کو یہ عہدہ غالباً شیخ ابوالفتح رکن ملتانی متوفی ۵۳۷ھ کی سفارش پر ملا تھا۔حضرت رکن الدین ملتانی محمد تغلق کی تخت نشینی اور حضرت نظام الدین اولیاء کی وفات تک دہلی میں ہی تھے۔حضرت نظام الدین اولیاء کی نماز جنازہ بھی آپ ہی نے پڑھائی تھی۔

۷۴۱ھ میں جب ابن بطوطہ امروہہ آیا تھا تب شہر کے اہل کار جن میں امیر قاضی سید علی اور انکے برادر خورد جو اس وقت شیخ الزاویہ تھے، شامل ہوکر اس کے استقبال کے لئے گئے تھے اور اس کی اچھی طرح ضیافت کی تھی۔ امارت اور مشیخت دونوں سرکاری عہدے تھے جن پر تقرر دربار شاہی سے ہوتا تھا۔ امارت ایک فوجی عہدہ تھا جس کے عہدہ دار کی تحویل میں سوسواروں کا دستہ رہتا تھا نیز جس کی جاگیر میں چالیس ہزار تنکہ کی آمدنی کا علاقہ ہوتا تھا۔ ابن بطوطہ نے محلّہ پچدرہ میں واقع آپ کی خانقاہ میں حیدری فقرا کا آگ میں داخل ہونا بھی دیکھا تھا۔ یہ خانقاہ ایک وسیع قطعے آراضی پر غزاخانہ محلّہ پچدرہ کے صدر پھاٹک سے متصل چوک کے شمال میں تھی ۔ اس خانقاہ کا جنوبی شرقی گوشہ حضرت شاہ ولایت کی نشست گاہ کہلاتا ہے۔ امروہہ آنے کے بعد میراں سید علی بزرگ نے قصبہ امروہہ کے قلب میں ایک منہدم شدہ عمارت کے چاروں طرف احاطہ، اس کے اندر رہائشی مکان ومتعلقہ لوازمات ، احاطے کے شمال میں خانقاہ جسے بعد میں دیوان خانہ بھی کہا جانے لگا اور احاطے کے گوشہ شرق وجنوب سے متصل خانہ خدا تعمیر کرایا تھا۔ خانقاہ کے شرق میں حیدری وجلالی فقرا اور غرب میں خدام کو آباد کیا تھا۔بعض خدمت گار شرق وجنوب میں بھی بسائے گئے تھے۔

حضرت شاہ ولایت کے دامن کوہ میں قیام کے دوران شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی جو اس وقت جوان العمر تھے، آپ سے ملاقات کرنے تشریف لے گئے تھے۔ یہ شیخ شرف الدین پانی پتی کے متصل العہد تھے۔ ان کا تذکرہ شیخ عبدالحق اور شیخ بختیار کے سلسلے میں ملتا ہے۔ سلطان فیروز شاہ تغلق بھی اسی دامن کوہ میں حضرت شاہ ولایت کی خدمت میں پہنچا تھا۔ اپنے چالیس سالہ قیام کے دوران حضرت شاہ ولایت اپنے اہل و عیال اور احباب سے ملنے دو مرتبہ دامن کو ہ سے امروہہ آئے تھے جیسا کہ آپ کے پوتوں کے حالات سے پتہ چلتا ہے۔

اب تک امروہہ کے مورخین کا خیال رہا ہے کہ آپ کی وفات ۱۲۷ھ مطابق کے قریب ہوئی تھی۔ اس خیال کی بنیاد یہ ہے کہ سفر نامہ ابن بطوطہ میں آپ کے پسران کا تو ذکر ہے لیکن آپ کا کنایتاً بھی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ میں اس خیال سے متفق نہیں ہوں کیوں کہ ابن بطوطہ کے امروہہ آنے کے وقت برسات کا موسم تھا اور آپ امروہہ سے دور دامن کوہ میں مقیم تھے۔ اس لئے ابن بطوطہ کی ملاقات آپ سے نہ ہوسکی ہوگی۔ دوسرے کسی کا ذکر نہ کرنا اس کے عدم وجود کی مستحکم دلیل نہیں ہوتا۔ تیسرے اگر آپ فوت ہوچکے ہوتے تب تو اسکا اپنے دوماہ کے قیام کے دوران آپ کے مزار پر جاکر فاتحہ خوانی کرنا اور اس کرامت کا ذکر کرنا لازمی تھا جو آج تک موجود ہے نیز آپ کی وفات کو زیادہ عرصہ بھی نہیں ہوا ہوگا۔

آپ کی وفات کا تعین کرنے کے لئے اس معتبر روایت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے جس کے مطابق جب سلطان فیروز شاہ تغلق بسلسلہ شکار دامن کوہ میں آیا اور آپ کی خدمت میں پہنچ کر اس امر کا ملتمس ہوا کہ آپ اس کی دستگیری فرمائیں، تب آپ نے اس سے کہا تھا کہ ''سلطنت سے کنارہ کش ہوجائے'' یعنی یہ واقعہ اسی وقت کا ہے جب فیروز شاہ تغلق اپنے برادر عم زاد محمد تغلق کی ٹھٹہ میں وفات کے بعد حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی، سید احمد کبیر نیز دیگر سادات ومشائخ کی سرپرستی میں ۷۵۱ھ میں مالک تخت وتاج ہوچکا تھا۔ سلطان کے اصرار کرنے پر حضرت شاہ ولایت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ عنقریب مخدوم جہانیاں جہانگشت دہلی آنے والے ہیں وہ تیری دستگیری فرمائیں گے۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت ۷۳۵ھ سے ۷۵۱ھ تک بیرون ہند رہے تھے اور فیروز شاہ کے تخت نشین ہونے کے بعد دہلی تشریف لائے تھے، اس طرح آپ کی وفات تقریباً سو سال کی عمر میں ۷۵۳ھ کے قریب قرار پاتی ہے۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ دامن کوہ سے امروہہ تشریف لے آئے اور اپنے مرحوم اہل خاندان کی قبور کے نزدیک چار درخت نصب کرکے جن میں سے ایک آپ کی دختر کے مزار کے پہلو میں ہے، رہنے لگے۔ یہاں آکر آپ نے اپنے اعزاء سے وصیت فرمادی کہ مجھے ان ہی درختوں کے سائے میں دفن کیا جائے۔ عبادت وریاضت کے لئے اپنے مجوزہ مدفن کے سراہانے ایک حجرہ اور نماز پڑھنے کے لئے ایک چبوترہ اور اس کے غرب میں دیوار بنوادی۔ حجرہ عبادت کی غربی دیوار میں ایک قدم شریف نصب کردیا گیا۔

آپ کی درگاہ کی وسیع چہار دیواری عہد اکبری کے صاحب اقتدار قاضی سید الہدیہ نبیرہ قاضی سید خدادیئے کی معمرہ تھی جس کو آخر عہد محمد شاہ میں ایک معتقد شیخ غلام محمد نے حیات نو عطا کی ہے۔ ان ہی غلام محمد نے بیرون درگاہ زائرین کے لئے ایک بارہ دری اور مسجد بنوادی تھی۔ تاریخ کی روشنی میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد شاہجہاں تک آپ کا عرس نہیں ہوتا تھا کیونکہ سید کمال محمد مولف اسراریہ جو خود مشائخ کے معتقد اور آپ ہی کی نسل میں سے تھے، اپنی تالیف میں حضرت شاہ ابن کرمانی کے عرس کا تو تذکرہ کرتے ہیں لیکن خود اپنے جد کے عرس کا کوئی تذکرہ نہیں کرتے۔ دیگر یہ کہ بقول صاحب مقاصد العارفین آپ کے پوتے سید محمد المعروف دودھ دھاری نے یہ وصیت فرمادی تھی کہ میرے دادا کے تمام تبرکات کو میری وفات کے بعد دفن کردیا جائے۔ تیسرے آپ نے سلسلہ بیعت بھی جاری نہیں کیا تھا۔

امروہہ میں آپ کے دو پسران سید علی اور سید عزیز جن کا اصل نام سید ابوالحسن تھا، کی اولاد آباد ہے۔ جس کا کافی بڑا حصہ دیگر مقامات بالخصوص پاکستان ہجرت کرگیا۔ امیر قاضی سید علی، متوفی ۷۶۵ھ، کی نسل میں ان کے ایک پر پوتے سید نعیم وسط نویں صدی ہجری میں افغانپور متصل مراد آباد اور سید عزیز کے بیٹے سید امجد مجد الدین کی نسل میں سید چاند وسط دسویں صدی میں سنبھل کے محلّہ چودہری سرائے میں جا کر بس گئے تھے۔ سید کمال محمد مولف اسراریہ، متوفی ۱۰۸۱ھ، سید چاند کے پر پوتے سید لعل کے فرزند تھے۔

ذیل میں آپ کی صرف ان تین کرامات کا تذکرہ کیا جارہا ہے جو یاتو موجود ہیں یا جن کے اثرات باقی ہیں۔

۱۔ آپ کی سب سے زیادہ مشہور اور زندہ کرامت تو یہ ہی ہے کہ آپ کی درگاہ کے احاطے میں بچھو ڈنک نہیں مارتا خواہ اس کو اپنی ہتھیلی پر ہی کیوں نہ رکھ لیا جائے۔ بعض انگریز افسران بیرون امروہہ سے بچھو پکڑ کر امروہہ لائے لیکن ان بچھوؤں نے بھی یہاں پہنچ کر اپنی فطرت نیش زنی کو ترک کردیا۔ ۱۹۵۲ء کے قریب امروہہ کا ایک طالب علم درگاہ شاہ ولایت سے ایک سیاہ بچھو پکڑ کر بین الاقوامی شہرت یافتہ ماہر علم حیوانات پروفیسر ڈاکٹر محمد بابر مرزا مرحوم سابق صدر شعبہ علم حیوانات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے پاس لے گیا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مشاہدہ کرکے بتایا کہ یہ بچھو زہریلا اور نیش زنی پر قادر ہے۔ خود مرزا صاحب جیسا بین الاقوامی شہرت یافتہ سائنس داں بھی اس کرامت پر متعجب ہوا تھا۔

اس کرامت کا پس منظر یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت شاہ نصیر الدین نے حضرت شاہ ولایت کو یہ بتادیا تھا کہ جہاں آپ کا مزار بنے گا وہاں بچھو کثرت سے پائے جائیں گے۔ حضرت شاہ ولایت نے جواباً یہ پیشین گوئی بھی کردی تھی کہ وہ کسی کو ایزا نہیں پہنچائیں گے۔

''سید نصیر الدین غوری گفتند کہ روضہ شما کثر دمان بسیارند سید شرف الدین جواب داد کہ ازاں ایذا نمی رسد''

۲۔ آپ کے کسی معتقد نے آپ سے یہ گزارش کی کہ یا حضرت دعا فرمادیں کہ شہر امروہہ کا حصار بن جائے۔ آپ نے فرمایا تھا کہ یہ جگہ میرا ابدی مسکن ہے یہاں ہمیشہ امن رہے گا۔

۳۔ آپ نے اپنے بڑے بیٹے امیر قاضی سید علی کی اولاد کے لئے یہ پیشین گوئی کی تھی کہ ان میں علم وفضل اور فقر ومشیخت کا سلسلہ جاری رہے گا۔ چنانچہ حضرت اشرف جہانگیر، سید محمد دو دھاری، سید شاہ مردان علی، سید سیدن شاہ، قاضی سید عمر زندہ پیر، قاضی سید خدادیئے، قاضی سید الہدیہ، سید یحیٰ، سید الہ یار، سید غلام محمد، سید عبد الحکیم، سید ابدال محمد، مولانا سید میر علی، مولانا سید قطب الدین، مولانا سید محمد محسن اور سید شاہ جعفر علی وغیرہ امیر قاضی سید علی ہی کی نسل میں ہوئے ہیں۔

اپنے چھوٹے بیٹے سید عزیز کی اولاد کے لئے آپ کی پیشین گوئی تھی کہ ان میں دنیاوی وجاہت اور امارت رہے گی چنانچہ عہد مغلیہ میں تقریباً دوسو منصبدار صرف اسی خاندان میں ہوئے ہیں، جن میں سید محمد میر عدل وسید مبارک نیز سید محمد میر عدل کے چاروں اور سید مبارک کے آٹھوں بیٹے عہد اکبری میں، سید مبارک کے پوتے سید عبدالوارث، سید محمد میر عدل کے پرپوتے سید عبد الماجد، سید مبارک کے دوسرے پوتے سید محمد مختار، سید عبد الماجد کے پسر دیوان سید محمود، سید چاند مذکور کے پوتے سید فیروز اور سید محمد مختار کی نسل میں سیدوارث علی، سید عبد الواحد اور میر اسد اللہ خاں وغیرہ بڑے منصبدار ہوئے ہیں۔ اس تعزز امارت اور ریاست کا سبب یہ تھا کہ سید عزیز کے چھوٹے بیٹے میر سید حسن کی شادی سلطان فیروز شاہ تغلق کی ایک بیٹی بی بی زبیدہ سے ۷۷۰ھ کے قریب ہوئی تھی۔ صاحب تاریخ فرشتہ کے مطابق میر سید حسن کی وفات ۷۸۵ھ میں ہوئی تھی۔ صاحب ذکر الکاملین نے لکھا ہے کہ میر سید حسن داماد فیروز شاہ کی قبر درگاہ شاہ مردان میں واقعہ ہے۔ غلام رسول متو، مؤلف، چہل اسرار نے لکھا ہے کہ میر سید حسن داماد فیروز شاہ کی دختر کی شادی میر سید محمد سے جو امیر کبیر سید علی ہمدانی کے فرزند تھے، ہوئی تھی۔ صاحب ذکر الکاملین کے مطابق بی بی زبیدہ

کی قبر درگاہ شاہ ولایت میں ہے۔ یہ قبر بیرون حودہ جانب مشرق سبز ٹائل کی بنی ہوئی ہے۔ میر سید حسن کے بیٹے سید راجو جن کو سید راجع بھی کہا جاتا ہے، فیروز شاہ کے نواسے اور سلطان ناصرالدین محمد شاہ تغلق متوفی ۷۹۶ھ کے حقیقی بھانجے تھے۔ منجلہ تین بیٹوں کے سید راجو کے دو بیٹوں، سید منتجب اور سید یسٰین، کی اولاد امروہہ میں ہے۔ سید راجو نویں صدی کے نصف اول میں حیات تھے۔ سید محمد میر عدل وسید مبارک کے والد سید منتجب ثانی سید راجو کے پوتے تھے۔ سید ارزانی جو عہد بہلول لودی کی شخصیت تھے۔ سید یسٰین کے پسر تھے۔ سید منتجب ثانی عہد بابری کی شخصیت ہیں۔

امروہہ میں محبان اہلبیت کا وجود ابتدائے عہد اسلامی سے ہی ملتا ہے جس کا ثبوت سید عبد العزیز مکی المعروف شاہ حاجی حرمین کی والدہ گرامی کی قبر پر نصب ڈھائی فٹ لمبے اور ڈیڑھ فٹ چوڑے کتبے سے ملتا ہے۔ یہ کتبہ عہد ناصرالدین محمود میں ۶۴۹ھ کا ہے جس میں مصالحے سے ابھرے ہوئے حروف میں نہایت خوشخط اللہ۔ محمدؐ علیؑ۔ فاطمہؑ۔ حسنؑ۔ اور حسینؑ تحریر ہے۔ یہ دونوں قبور درگاہ شاہ ولایت کے جنوب میں درگاہ شاہ اعزاز کے شرق میں چند قدم کی دوری پر ہیں۔ یہ دونوں مزارات ایک بلند چبوترین پر نہایت قدیم درخت کے نیچے بہت اونچے بنے ہوئے ہیں۔

صاحب مقاصد العارفین نے تحریر کیا ہے کہ آپ کے چار خلفا قاضی سید عبد اللطیف واسطی، شیخ نظام الدین عباسی، شیخ معین الدین صدیقی ناگوری اور سید محمد ابدال دودھ دھاری تھے۔ مولف موصوف کا یہ بھی فرمانا ہے کہ حضرت شاہ ولایت کو بہ نور باطن یہ علم تھا کہ ان کا سلسلہ بیعت جاری نہ رہ سکے گا چنانچہ سید محمد ابدال دودھ دھاری نے تو کسی کو مرید بنایا ہی نہیں اور شیخ نظام الدین نے ملتان جا کر سلسلہ بیعت جاری کیا لیکن وہ چل نہ سکا۔ نتیجتاً وہ امروہہ واپس لوٹ آئے۔ ان چار حضرات میں سے دو یعنی قاضی سید عبد اللطیف اور سید محمد ابدال کا تذکرہ تو اسراریہ نے بصراحت کیا ہے لیکن ان کی عبارت سے یہ کسی بھی طرح ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ دونوں حضرت شاہ ولایت کے خلفا تھے۔ اوّل الذکر کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے۔ ''در ثمرات القدس می آرد کہ قاضی عبد اللطیف امروہہ از ملک واسط است۔ اقضی القضات آں دیار ازمحول علمائے روزگار خود بود۔ چون امروہہ آمد ازاں منصب باز داشت وروئے حق سبحانہ آوردہ بمرتبہ کمال است۔'' حضرت شرف الدین جہانگیر کے مفصل تذکرے کے بعد سید محمد ابدال کا تذکرہ شروع کیا ہے اور تحریر کیا ہے۔ ''سید محمد دودھاری از ابنائے صاحب ولایت است'' ثمرات القدس اور اسراریہ جیسی قدیم اور معتبر کتب کی روشنی میں یہ

نتیجہ نکالنا قریب الفہم اور قرین صحت ہے کہ آپ نے از خود ہی اپنا سلسلہ بیعت جاری نہیں کیا تھا اور کسی کو آپ نے خلفیہ نہیں بنایا تھا۔ دیگر یہ کہ جس کام کے لئے آپ نے ان خلفا سمجھے جانیوالے حضرات کو منع کیا تھا اس کو خود ہی کیوں کیا ہوگا؟

آپ کی درگارہ کی خدمات جاروب کشی اور چراغ بتی آپ کے سامنے سے ہی آپ کے خادم شیخ نظام الدین اور ان کی اولاد کرتی چلی آرہی ہے۔ شیخ نظام الدین کی قبر اندرون احاطہ درگاہ متصل شرق روبہ دروازہ جانب شمال ہے۔ قاضی سید الہدیہ نے جن کی وفات ۹۸۷ھ میں ہوئی تھی نیز جن کی قبر اپنے دادا قاضی سید خدادئے کے معمرہ حجرہ عبادت کے شرق میں چبوترہ پر ہے۔ اپنے دور اقتدار میں اپنے ایک خدمت گار شیخ کندن کو بھی درگاہ کی خدمات میں شریک کا رمقرر کردیا تھا۔ ۱۱۵۱ھ میں شیخ نظام الدین اور شیخ کندن کی اولاد کے درمیان ایک تنازعہ خدمات درگاہ سے متعلق ہوا تھا۔ اس تنازعہ کے تصفیہ کے لئے اولاد شرف الدین شاہ ولایت کے حضور درخواست پیش کی گئی تھی۔ کیونکہ درگاہ شاہ شرف الدین کی نگرانی کا ذمہ آپ کے زمانے سے ہی آپ کی اولاد کا رہا ہے۔

(نوٹ: زیر نظر مضمون خاکسار کی غیر مطبوعہ تالیف ''حضرت شاہ ولایت امروہہ اور ان کے اخلاف'' سے ماخوذ ہے۔)

☆